سلکِ مروارید

حصہ چہارم

مرتبۂ

علیا جناب میمونہ سلطان شاہ بانو صاحبہ بالقابہا

بیگم صاحبہ

عالی جناب لفٹننٹ کرنل نواب زادہ افتخار الملک حاجی محمد حمید اللہ خاں صاحب

بہادر بی۔ اے (علیگ) سی۔ ایس۔ آئی، سی۔ وی۔ او، مشیر المہام فنانس

و عدالت و انصاف گورنمنٹ بھوپال

سنہ ۱۳ ھ

۱۹ء ۲۳

فہرست مضامین

سلکِ مروارید حصہ چہارم

دیباچہ

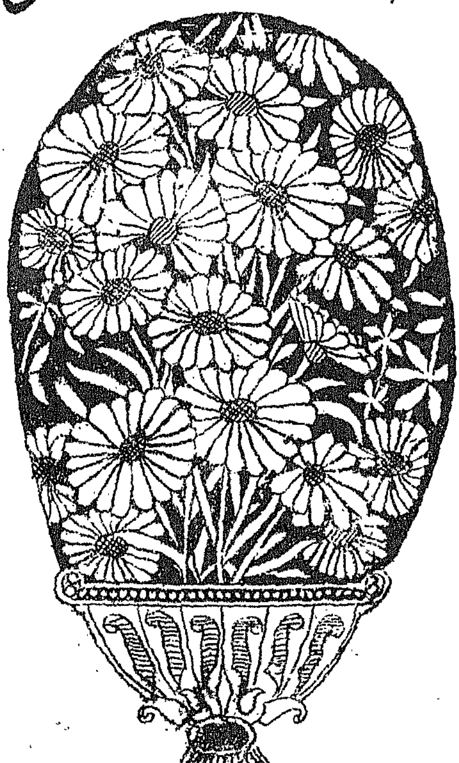
میں اس سے قبل سلکِ مروارید کے تین حصے شائع کر چکی ہوں جس میں مسلمان سلاطین اور امرا و علما کے وہ تاریخی واقعات درج کئے ہیں جن سے ان کے فضائل اخلاق معلوم ہوتے ہیں اسی سلسلہ میں یہ چوتھا حصہ بھی شائع کیا جاتا ہے۔

حقیقت میں یہ ہماری قومی روایات ہیں مسلمانوں کو اور خاص کر مسلمان بچوں کو ابتدا ہی سے ایسی کتابیں مطالعہ میں رکھنی چاہئیں تاکہ ان میں بھی وہی حوصلہ مندی اور وہی فضائل اخلاق پیدا ہوں، اور ان قومی ہیروز کے شاندار اخلاق کو دیکھ کر ان کے دلوں میں ولولہ پیدا ہو

انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا اور
ابھی اس کے اور بھی کئی حصے شائع ہوں گے ۔

قصر سلطانی بھوپال

میمونہ سلطان شاہ بانو بیگم



صحابہؓ کا ایثار

ایک غزوہ میں حضرت عکرمہ حضرت سہیل ابن عمر اور حضرت ابن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے زخمی ہو گئے کہ اٹھنے کی طاقت نہ رہی اور یہ تینوں بزرگ قریب ہی قریب زخمی پڑے سسک رہے تھے زخموں کی تکلیف اور شدت تشنگی سے جان لبوں تک تھی اتنے میں ایک صحابی ٹھنڈے پانی کا پیالہ لئے ہوئے میدان میں زخمیوں کو تلاش کرتے ہوئے ان کے قریب پہونچے ان کی نظر پہلے حضرت عکرمہ پر پڑی اور وہ جلدی سے ان کے پاس آئے تاکہ پیالہ لبوں سے لگا دیں لیکن حضرت عکرمہ نے دیکھا کہ حضرت سہیل حسرت سے پیالہ کی طرف دیکھ رہے ہیں کہا کہ پہلے انھیں پانی پلا دو وہ صحابی پیالہ لے کر حضرت سہیل کی طرف بڑھے حضرت سہیل نے کہا کہ پہلے ابن ہشام کو پلاؤ حضرت ابن ہشام کے پاس جب

صحابی پہونچے تو انہوں نے کہا کہ نہیں پہلے عکرمہ اور سہیل کو پلاؤ وہ صحابی پھر اس طرف پلٹے مگر کسی ایک نے بھی دوسرے کی ہمدردی میں پانی پینا گوارا نہ کیا۔ اور اسی حالت میں جاں بحق تسلیم ہوگئے۔

ایک لڑکی کی ایمانداری

امیر المومنین حضرت عمرؓ کے رفیق حضرت سالم بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات حسب دستور امیر المومنین کے ساتھ مدینہ کے گشت میں شریک تھا رات بھی بہت اندھیری تھی جب چلتے چلتے تھک گئے تو امیر المومنین ایک دیوار سے تکیہ لگاکر بیٹھ گئے۔ وہاں ایک عورت کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ جو اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی۔

بیٹی اٹھو۔ اس دودھ میں تھوڑا پانی ملادو۔

لڑکی نے کہا۔ میری پیاری اماں اندنوں امیر المومنین کا جو زبردست

حکم ہے کیا تم اُسے نہیں جانتیں"۔
ماں نے کہا اے بیٹی امیر المومنین کا ایسا کیا حکم ہے"
لڑکی نے جواب دیا کہ" امیر المومنین نے حکم دیا ہے اور منادی کرادی گئی ہے کہ کوئی دودھ میں پانی نہ ملائے"۔
ماں نے کہا" بیٹی اٹھو بھی جاکر ملا بھی دو یہ کچھ ایسی جگہ نہیں کہ وہ یا ان کی طرف سے کوئی شخص تم کو دیکھ رہا ہو"
لڑکی نے ماں سے کہا" اماجان خدا کی قسم یہ کیا ہے کہ ہم سامنے تو ان کی فرماں برداری اور در پردہ نا فرمانی کریں"۔
حضرت عمر رضؓ یہ باتیں دیوار کے پاس سے سن رہے تھے آپ نے فرمایا کہ سالم دروازہ کو پہچان لو اور اس جگہ کو بھی یاد رکھنا پھر آپ اٹھ کر اپنے گشت میں روانہ ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا کہ سالم اسی جگہ جاؤ۔ اور ان دونوں کو دیکھو کہ کہنے والی کون ہے اور جس سے وہ باتیں کر رہی تھی وہ کون عورت ہے اور یہ کہ اس کا شوہر بھی ہے یا نہیں۔
سالم رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ کے حکم کے موافق

میں نے وہاں پہونچا اور میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بیوہ لڑکی ہے جس کا شوہر نہیں اور دوسری عورت اُس کی ماں ہے اور دونوں کا کوئی مرد سرپرست وغیرہ نہیں ہے میں نے آکر حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔

حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادوں کو بلا کر ان سے دریافت کیا کہ تم میں سے کسی کو بیوی کی ضرورت ہے حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمان نے تو انکار کیا لیکن حضرت عاصم نے عقد کی خواہش کی آپ نے اس لڑکی کا پیغام دیا اور عاصم سے اُس کا نکاح کر دیا۔ اسی لڑکی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو حضرت عمر ابن عبدالعزیز خلیفہ کی والدہ تھیں ؎

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا انصاف

حضرت عمر بن عبدالعزیز بڑے عادل خلیفہ گذرے ہیں جن کو عدل و انصاف میں حضرت عمر فاروق رضہ کا ثانی کہا جاتا ہے اپنے زمانہ خلافت میں نماز عشا کے لیے مسجد میں گئے صحن مسجد میں ایک مسافر سو رہا تھا اندھیرے میں اس کے ٹھوکر لگ گئی۔ ٹھوکر سے وہ مسافر جاگ پڑا اور نہایت تند اور خلاف ادب لہجہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضہ سے کہا کہ "شاید تم مجنون ہو یا تمہاری آنکھوں پر پردہ پڑا ہے"

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ "میں مجنون نہیں ہوں البتہ مجھ سے قصور ہو گیا اور آپ سے معافی کا طالب ہوں"

مسافر کے طرز کلام پر خدام کو جو ہمراہ تھے غصہ آگیا اور اس کو گرفتار کرنا چاہا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کو روکا اور فرمایا کہ "نہیں گرفتار مت کرو اس شخص نے مجھ سے ایک بات پوچھی

تھی میں نے مناسب جواب دیدیا۔ میں بیکسوں کا ستانا پسند نہیں کرتا مجھے قیامت کے دن داورِ محشر کے سامنے اس کا جواب دینا ہوگا۔"

عبدالملک کا ایفائے عہد

عبدالملک بن مروان خاندان بنی اُمیہ میں پانچواں خلیفہ ہوا ہے۔ خلافت سے پہلے ایک دن حج کے زمانہ میں کعبہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس مالک ابن عمارہ لخمی اور ایک دو اور اہل علم بھی حاضر تھے اور عرب کے شعر اشعار لوگوں کے حالات اور مختلف مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی۔ عبدالملک بہت خوش بیان اور عالم شخص تھا جب یہ گفتگو کرتا تھا تو لوگ اس کو بڑی توجہ سے سنتے تھے مالک ابن عمارہ کے دل میں عبدالملک کی بڑی وقعت قایم ہوگئی اسی روز رات کو یہ اس سے تنہائی میں ملے اور اسکی

تعریف کر کے کہا" خدا کی قسم مجھے تمہارے علم اور خوش بیانی پر رشک آتا ہے"

عبدالملک نے کہا اگر آپ کوئی دن اور زندہ رہے اور خدا آپ کو زندہ رکھے تو لوگوں کی نگاہیں مجھ پر اٹھتے ہوئے آپ دیکھیں گے جب مجھے حکومت مل جائے تو آپ میرے پاس تشریف لائیے گا میں آپ کو مالا مال کر دونگا"

کچھ عرصہ کے بعد جب عبدالملک کو حکومت مل گئی تو مالک ایک روز عبدالملک سے ملنے آئے جمعہ کا دن تھا مسجد میں گئے وہاں عبدالملک ممبر پر کھڑا خطبہ پڑھ رہا تھا۔ اس نے ان کو دیکھکر منہ پھیر لیا۔

مالک بن عمارہ نے اپنے دل میں کہا شاید اس نے مجھے پہچانا نہیں۔ یا پہچان لیا ہو تو قصداً اس نے منہ پھیر لیا۔ نماز ختم ہوگئی تو عبدالملک اپنے محل کے اندر چلا گیا۔ مالک بن عمارہ مسجد ہی میں بیٹھے رہے، تھوڑی دیر میں چوبدار آیا اور ان کو عبدالملک کے پاس لے گیا۔ عبدالملک نے کہا تمہیں یاد ہے کہ اس سے

پہلے میں نے تم سے کیا کہا تھا؟

مالک بن عمارہ نے کہا ہاں یاد ہے۔

عبدالملک نے کہا میں جن باتوں کی وجہ سے اس رتبہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہیں کہ میں نے اپنے دوستوں سے کبھی خیانت و بے پروائی نہیں کی۔ اور نہ دشمن کی مصیبت پر کبھی خوش ہوا جب تک بات کرنے والے نے اپنی بات پوری نہ کر لی میں نے بیچ میں دخل نہیں دیا اور کبھی بڑے گناہ میں مبتلا نہیں ہوا۔

یہی وہ عمدہ عادتیں ہیں جن کی وجہ سے میں امید رکھتا تھا کہ اللہ تعالےٰ میرا مرتبہ بلند کرے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔

پھر عبدالملک نے ایک غلام کو حکم دیا کہ "ان کو محل کے کسی کمرے میں ٹھہراؤ"۔ غلام نے ان کو ایک کمرہ میں لیجا کر ٹھہرا دیا۔ عبدالملک روزانہ ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ اور بڑی بڑی دیر تک علمی باتیں ہوا کرتی تھیں۔

اسی طرح بیس دن گذر گئے ایک دن مالک بن عمارہ

عبدالملک کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور لوگ بھی کھانے
میں شریک تھے۔ جب سب کھا کر اُٹھ کھڑے ہوئے تو مالک
بن عمارہ نے بھی اُٹھنا چاہا۔ عبدالملک نے کہا تم ابھی ٹھہرو
جب سب چلے گئے تو عبدالملک نے ان سے کہا اگر آپ میرے
پاس رہنا چاہتے ہیں تو یہیں رہئے اور اگر گھر جانا چاہتے
ہیں تو واپس جائیے دونوں باتوں میں سے جو پسند ہو وہ کیجئے۔
مالک ابن عمارہ نے کہا اے امیر المومنین میں صرف آپ کو دیکھنے
کے لئے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر آیا ہوں اور اب واپس جانا
چاہتا ہوں لیکن اگر آپ کی یہی مرضی ہے کہ میں یہاں رہوں تو
میں آپ کی خدمت میں رہ سکتا ہوں۔ عبدالملک نے کہا نہیں
میں آپ کے لئے آپکے بیوی بچوں میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں صرف
آپ کبھی کبھی مجھسے ملنے آیا کیجئے۔ پھر عبدالملک نے بیس ہزار اشرفیاں
عمدہ قسم کے لباس اور سواری عنایت کی اور کہا اس شخص کے لئے
بھلائی نہیں جو وعدہ کرے اور بھول جائے، اب میں آپ کو
رخصت کرتا ہوں جب آپ کا جی چاہے آپ آسکتے ہیں ۔

خلیفہ منصور کی حق پسندی اور عدل و انصاف

ایک سال منصور عباسی جو خاندان عباسیہ کا دوسرا فرمانروا تھا حج کو گیا اور مکہ میں پہنچکر دار الندوہ میں ٹھہرا۔ یہ وہ مکان ہے کہ جہاں ایام جاہلیت میں قوم قریش کے سردار جمع ہوکر باہم مشورہ کیا کرتے تھے۔ منصور کی عادت تھی کہ ہر روز طواف کرنے کے لئے کعبے میں ایسے وقت جاتا کہ اس وقت کوئی آدمی وہاں موجود نہ ہوتا ایک دن حسب معمول اس نے کچھ رات رہے طواف شروع کیا مگر ایک آواز نے یکایک اس کو چونکا دیا۔

اس نے غور سے سنا تو ایک شخص کعبہ کے غلاف کا ایک گوشہ ہاتھ میں لئے یہ کہہ رہا تھا کہ

اے خدا میں تیرے سامنے اس بات کی شکایت کرتا ہوں کہ دنیا میں فتنہ و فساد پھیل گیا ہے طمع والے حق داروں کے حقوق چھین لیتے ہیں مظلوم کی کوئی حمایت نہیں کرتا مصیبت زدوں

کی کوئی خبر نہیں لیتا انصاف اور رحم اس دنیا سے ناپید ہو گئے ہیں۔ اے خدا تیرا رحم کب تک ان مفسدوں کو مہلت دیگا اور تیرا قہر کب ان ظالموں پر نازل ہوگا۔

منصور ان جملوں کو سن کر فوراً اپنے مقام پر واپس آیا اور ایک ملازم کو حکم دیا کہ اس وقت جو شخص کعبہ کا طواف کر رہا ہے اس کو فوراً حاضر کرو۔ جب وہ شخص حاضر ہوا تو منصور نے غصہ کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ "وہ کیا فتنہ و فساد ہے جس کی شکایت تو خدا کے سامنے ابھی کرتا تھا۔ اور وہ کون شخص ہے جو طمع کے سبب لوگوں کے حقوق کو تلف کرتا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین وہ شخص جو طمع میں گرفتار ہے اور جو لوگوں کے حقوق کو غصب کرتا ہے جس کے سبب سے دنیا میں فتنہ و فساد پھیل گیا ہے وہ حقیقت میں آپ ہی ہیں"

منصور نے کہا کہ "او کم بخت! یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں

طمع اور لالچ میں گرفتار ہوں حالانکہ دنیا میرے قبضہ میں ہے اور سونے اور چاندی کے ڈھیر میرے دروازہ پر پڑے ہیں"

اُس نے جواب دیا کہ

"امیر المومنین! آپ جیسی طمع تو کسی شخص میں کبھی نہیں ہے۔ خدا نے آپ کو مسلمانوں کے معاملات اور مال کا محافظ کیا تھا آپ نے ان کے معاملات کو تو چھوڑ دیا اور کبھی اُن کی ہمدردی نہیں کرتے مگر مال جمع کرنے میں رات دن مشغول ہیں آپ نے اپنے اور اپنی رعایا کے درمیان ایسی سنگین دیوار کھینچ دی ہے کہ کوئی شخص اُس سے گذر کر آپ تک نہیں پہونچ سکتا۔ آپ کے دروازہ پر مسلح آدمی پہرہ دیتے ہیں اور آپ نے حکم دے رکھا ہے کہ خاص خاص آدمیوں کے سوا کوئی آپ کے روبرو حاضر نہ ہونے پائے یہ خاص آدمی وہ ہیں جن کو آپ نے اپنے فائدہ کے لئے انتخاب کر لیا ہے اور ان کو رعایا پر حاکم کر دیا ہے۔ آپ نے اس بات کا کبھی کچھ انتظام نہیں کیا کہ مظلوم اور ننگے بھوکے آدمی، جو آپ کی

رعایا ان میں سے ہیں آپ تک پہونچ سکیں اور اپنا حق پا سکیں وہ لوگ جن کو آپ نے اپنی رعایا پر حاکم کیا ہے یہ بات دیکھکر کہ آپ روپیہ جمع کرتے ہیں اور تقسیم نہیں کرتے ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ جب خود امیرالمومنین خدا اور رسول کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے اور رعایا کے معاملات میں خیانت کرتے ہیں تو ہم ایسا کیوں نہ کریں۔ رفتہ رفتہ اُن سب نے اتفاق کر لیا ہے کہ رعایا کے روپیہ میں سے جس قدر آپ کے حوالہ کریں اسی قدر روپیہ آپ خورد برد کریں وہ آپ کے ساتھ رعایا پر حکومت کرنے میں شریک ہیں۔ اور اس بات میں بھی شریک ہیں کہ انھوں نے خدا اور رسول کی احکام کو بالائے طاق رکھدیا ہے۔ آپ حکام کی طرف سے بالکل غافل ہیں۔ رعایا کے حال سے بیخبر ہیں شریعت کے احکام سے بے پروا ہیں خدا اور رسول سے بیخوف ہیں پھر اس بات کی کیا توقع ہو سکتی ہے کہ آپ کی حکومت رحم و انصاف کی حکومت ہو گی جب کوئی مظلوم آپ کے

دروازہ پر آتا ہے تو ایک افسر کو آپ کے دروازہ پر پاتا ہے
جو آپ کی طرف سے مظلوموں کی دادرسی کے لئے مقرر ہے
جب وہ افسر دیکھتا ہے کہ ظالم آپ کے دوستوں میں سے
ہے اور آپ اس پر مہربان ہیں تو نہ وہ اس مظلوم کی حمایت
کر سکتا ہے نہ ظالم سے کوئی انتقام لے سکتا ہے ناچار
وہ اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتا کہ ہر روز مظلوم کو ٹالتا اور
اس کے معاملہ کو لیت و لعل میں ڈالتا رہتا ہے مظلوم
جب اس حاکم کی طرف سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے تو یا تو
وہ اپنے معاملہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یا اس میں کوئی
جرات اور دلیری ہوتی تو آپ کی سواری کے نکلنے کا انتظار
کرتا ہے اور جب مدتوں کے بعد اس کو ایسا موقع ملجاتا ہے
اور وہ چاہتا ہے کہ اپنی فریاد آپکے کانوں تک پہونچائے
تو آپکے اردلی کے سوار اس کو مارتے اور گردن میں ہاتھ دیکر
ہٹا دیتے ہیں تاکہ پھر کسی کو یہ جرات نہ ہو کہ براہ راست
آپ تک پہونچے اور کچھ عرض و معروض کر سکے آپ ان

سب باتوں کو دیکھتے اور خاموش رہتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو منع نہیں کرتے کہ مظلوموں کے ساتھ اس طرح بدسلوکی سے نہ پیش آئیں۔ بنو امیہ کے زمانہ میں اگر رعایا میں سے کوئی شخص کسی عامل پر ظلم و ستم کی نالش کرتا تھا تو خلیفۂ وقت بذات خاص اس کی فریاد پر فوراً متوجہ ہوتا تھا۔ اور بہت جلد اس کی دادرسی کرتا تھا۔

امیر المومنین! آپ جو دولت جمع کر رہے ہیں تو اس کے تین ہی سبب ہو سکتے ہیں (اوّل) یہ کہ حکومت کے مضبوط کرنے اور ملک کے محفوظ رکھنے کے لئے آپ دولت جمع کرتے ہونگے سو اگر آپ اپنے سے پہلے بادشاہوں اور حکمرانوں کا حال سنیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ جب خدا کو ان کی تباہی منظور ہوئی تو نہ فوج کام آئی اور نہ خزانہ (دوم) یہ کہ آپ اپنی اولاد کے لئے روپیہ جمع کرتے ہونگے۔ لیکن اگر آپ اپنے سے پہلے لوگوں کی اولاد کا حال دیکھیں تو آپ جان جائینگے کہ بہت سے لوگوں نے اسی طرح اپنی اولاد کی بھلائی اور بہتری کے لئے جائداد یا

خرچ کیں اور دولت کے خزانے جمع کئے مگر ان کی اولاد نے چند ہی روز میں اُن کی جائدادوں کو رہن اور بیع کر ڈالا اور ان کے جمع کئے ہوئے خزانوں کو برباد کر دیا (سوم) یہ کہ آپ اس خیال سے دولت کے انبار لگاتے ہونگے کہ آپ کے درجہ اور مرتبہ میں ترقی ہو۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ دولت سے کوئی اصلی درجہ اور مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا اصلی درجہ اور اصلی مرتبہ وہی ہے جو نیک عمل سے آدمی کو حاصل ہوتا ہے۔ اور خدا کے نزدیک بمقابلہ نیک آدمی کے کچھ عزت نہیں ہے"

منصور نے جب اُس کی نصیحت سنی اور اس نے دیکھا کہ وہ نہایت دلیری اور جرأت کے ساتھ حق بات کہتا ہے اور اس کے دل پر اُسکی حکومت اور سلطنت کی ہیبت کا مطلق اثر نہیں ہے تو وہ بہت رو دیا اور کہا کہ اے دلیر ناصح اور راستباز آدمی یہ سچ ہے کہ تم نے جو نصیحت کی اُس نے میرے دل پر نشتر کا کام کیا ہے اور جو کچھ تمنے کہا ہے اس میں ذرہ بھر جھوٹ نہیں ہے۔ مگر میں کیا کروں جو لوگ فاسق اور بدکار دغاباز اور بدخواہ ہیں وہ میرے گرد آکر جمع ہوتے

ہیں اور جو لوگ نیک دل اور خیر خواہ، حق گو اور دانشمند ہیں وہ میرے پاس نہیں آتے"۔

اُس نے جواب دیا کہ امیر المومنین! اگر آپ خدا کے بندوں پر اپنے دروازے کھول دیں اور دربانوں کو دور کر دیں۔ اور اُس سنگین دیوار کو درمیان سے اُٹھا دیں جو آپ نے رعایا کے درمیان کھینچ دی ہے اور مظلوموں کی حمایت کریں اور ظالموں کے ساتھ دوستی اور مدارات سے نہ پیش آئیں اور جو دولت آپ جمع کرتے ہیں اُس کو عدل و انصاف کے ساتھ لوگوں میں تقسیم کریں۔ اور لوگوں کے جو حقوق آپ کی گردن پر ہیں اُن کو پورے طور پر ادا کریں تو میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ جو لوگ آپ کے پاس نہیں آتے اور آپ کا نام سُنکر بھاگتے ہیں وہ آپ کے گرد جمع ہونگے اور آپ کی خیر خواہی کا حق ادا کریں گے اور سلطنت اور حکومت میں آپ کی مدد کریں گے۔

منصور نے کہا اب انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا اور کوشش کروں گا کہ تمہاری نصیحت پر عمل کروں۔

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ موذن نے حیّ علی الصلوٰۃ کی آواز بلند کی اور بادشاہ اور اس کے سب ہمراہی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس شخص کی بہت تلاش کی گئی مگر اس کا کہیں پتہ نہیں چلا۔

اسی خلیفہ کا ایک اور واقعہ ہے کہ بصرہ کے قاضی سوار ابن عبداللہ کے سامنے ایک زمین کا مقدمہ پیش ہوا جس میں مدعی نے ایک تاجر پر زمین دبا لینے کا دعویٰ کیا۔ قاضی صاحب کو خلیفہ منصور نے لکھا کہ فلاں مقدمہ میں زمین مدعی کو دلوا دیجئے۔ قاضی صاحب نے جواب میں لکھ دیا کہ

"گواہوں نے تاجر کی زمین ثابت کر دی ہے۔ شرعاً میں اس کے قبضہ سے نہیں نکال سکتا۔ اگر یہ زمین دراصل مدعی کی ہے تو اسے گواہوں کو پیش کرنا چاہئیے۔"

منصور نے پھر لکھا کہ آپ کو زمین مدعی کو دلوانا ہوگی۔

قاضی صاحب نے جواب میں لکھا کہ خدا کی قسم میں تاجر سے وہ زمین ظلماً مدعی کو نہیں دلا سکتا۔

منصور کے پاس جب یہ جواب پہونچا تو اس نے کہا واللہ میں نے ظلم کرنا چاہا تھا لیکن میرے قاضی نے مجھے حق کی جانب مائل کر ہی لیا۔

اسی طرح جب خلیفہ منصور مدینہ گیا تو اونٹ والوں کو مزدوری پوری نہ دی گئی۔ ساربانوں نے مدینہ کے قاضی محمدؒ ابن عمران کے اجلاس میں مقدمہ دائر کر دیا۔

قاضی نے ابن نمر سے کہا کہ تم منصور کے نام سمن لکھو انہوں نے اوّل تو معذرت کی لیکن قاضی محمد نے اس قدر مجبور کیا کہ انھیں تعمیل کرنا پڑی۔ جب وہ سمن لکھ چکے تو قاضی نے ان سے کہا کہ تم ہی منصور کے پاس اسے لے جاؤ۔ ابن نمر اس کو لیکر منصور کے وزیر ربیع کے پاس گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ ربیع نے ابن نمر کو بارگاہ خلافت میں پیش کیا تو منصور نے کہا کہ

تم اعلان کر دو کہ میں مدعا علیہ بن کر عدالت میں جاؤں گا کوئی میرے ساتھ نہ چلے۔

دوسرے روز منصور اور ربیع دونوں دارالقضا میں

معمولی فریق مقدمہ کی طرح آئے۔ جب مقدمہ پیش ہوا تو قاضی صاحب نے قانون شریعت کے موافق مدعیوں کو ڈگری دلوادی اور مدعا علیہ منصور کو حکم دیا کہ زر مطلوبہ فوراً ادا کرے۔

قاضی محمد جب فیصلہ کر چکے تو منصور نے اُن سے کہا کہ جزاک اللہ احسن الجزاء آپ کو بیت المال (خزانہ) سے میں نے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیدیا ہے۔



علمائی حق گوئی اور شاہ منصور کی انصاف پسندی

اندلس کے بادشاہ منصور ابن عامر کو ایک دفعہ ضرورت پیش آئی کہ ایک موقوفہ زمین میں اپنی ذاتی عمارت بنائے اور اس کے معاوضہ میں دوسرا قطعہ جو اس سے ہر طرح بہتر اور زیادہ مالیت و نا مزہ کا ہے وقف کر دے۔ چنانچہ فقہار اور علماء وقت کو جمع کر کے اس بارے میں فتوے طلب کیا۔ سب نے بالاتفاق فتوے دیدیا کہ موقوفہ شئے کو بدلنا جائز نہیں۔ یہ فتوی سلطان کی مرضی اور خواہش کے بالکل خلاف تھا۔ بادشاہ کو علما کا یہ جواب سنکر اس وقت غصہ آگیا۔ اور اس نے ایک وزیر کی زبانی یہ کہلا بھیجا کہ

اے علما تم لوگوں کا مال حلال کرنے والے، یتیموں کا مال کھا جانیوالے، جھوٹی شہادتیں دینے والے، رشوت کھانے والے، مدعی و مدعا علیہ کے حقوق تلف کرنے والے، معاملات کو الجھن اور شبہ

میں ڈالنے والے اور اپنی خواہشوں کے موافق راہ ایتیں ڈھونڈھکر نکالنے والے تم پر اور تمہاری راہوں پر افسوس ہے، میں تمام عمر تم سے چشم پوشی کرتا رہا، ایک مرتبہ ساری عمر میں مجھ کو اس کی ضرورت پڑی کہ غور و فکر کے ساتھ مسئلہ کی راہ نکالو تو تم نے اس کو بھی پورا نہ کیا، تمہاری طرف میرا ایسا گمان نہ تھا"

وزیر نے یہ پیام لفظاً بلفظاً پہونچادیا۔ ایک ضعیف دل پست ہمت عالم بول اٹھا کہ ہم اپنی حرکت سے توبہ اور امیر المومنین سے معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ مگر جماعت فقہاء کے سردار محمد بن ابراہیم جو ایک قوی دل اور مضبوط طبیعت کے آدمی تھے اس بڈھے سے بولے کہ

اے بدخیال بڈھے ہم کس بات سے توبہ کریں۔

پھر وزیر سے کہا کہ تو بہت برا پیغام پہونچانے والا ہے۔ جو باتیں امیر المومنین نے ہماری جانب منسوب کی ہیں۔ یہ تم وزراء اور سلطان اور خدام و مصاحبین میں ہیں۔ تم لوگ مخلوق کا مال ناحق کھاتے ہو، تم ہی ان پر ظلم روا رکھتے ہو، اور ان کا مال

رشوت نے کھاتے ہو، اور لوگوں کے کاروبار کو نقصان پہنچاتے ہو اور تم ہی زمین پر فساد کرتے ہو۔ یہ ہمارے حالات نہیں اور جو ہم پر تہمت لگائے، وہ دیانت کے لحاظ سے جھوٹی تہمت لگانیوالا ہے ہم علماء و فقہاء ہدایت و رہنمائی کے علم ہیں۔ ہم تاریکی میں ظلمت کے چراغ ہیں۔ ہماری ہی وجہ سے اسلام قوی اور مضبوط ہوتا ہے، ہماری ہی وجہ سے حلال و حرام میں تمیز ہوتی ہے، ہم ہی اسلامی احکام کو جاری کرتے ہیں، ہماری بدولت فرائض قائم اور حقوق ثابت ہوتے ہیں۔ اور جان و مال محفوظ رہتے ہیں، تم نے اس پیام کو پہنچانے میں عجلت سے کیوں کام لیا، خود غور و تامل کیوں نہ کیا اور نرم الفاظ میں کیوں نہ اس پیام کو ہم تک پہنچایا کہ ہم بھی نرم لہجہ میں جواب دیتے۔ تم کو اس بات پر حیا نہ آئی کہ ہم کو تم نے ان الفاظ سے خطاب کیا۔ کیونکہ ہم کو یقین ہے کہ امیر المؤمنین دیر تک اس رائے پر قائم نہ رہ سکے گا۔ جب غصہ فرو ہوگا۔ تو اپنے ان خیالات سے رجوع کریگا اور نادم ہوگا۔ اور ہماری عزت و توقیر پہلے سے زیادہ بڑھائے گا۔ سمجھنے کی بات ہے کہ اگر امیر المؤمنین کے اعتقاد

اور خیال میں ہم لوگ ایسے ہوتے تو امیر المومنین کے تمام معاملات
جو ابتدائے خلافت سے اب تک ہوئے ہیں سب باطل اور ناحق
ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ تمام معاملات ہماری رائے اور فتوے اور
شہادت ہی سے ہوتے ہیں۔ اور جب ہم اس درجہ فاسق اور
بددین ہیں تو ہمارے فیصلے، شہادتیں، فتوے سب باطل
ہوتے۔ ہماری طرف سے یہی جواب بادشاہ کی خدمت میں پہونچا دو
مشائخ اور علماء یہ کہکر قصر حکومت سے اٹھ کھڑے ہوئے
لیکن ابھی محلات سے نہ نکلنے پائے تھے کہ خدام دوڑتے ہوئے
پیچھے آئے کہ آپ سب حضرات قصر امارت میں تشریف لائیں۔
یہ حضرات لوٹے تو مصاحبوں اور وزراء نے نہایت اعزاز و اکرام
سے استقبال کیا۔ احترام کے ساتھ مسندوں پر بٹھایا اور اس
پیام رساں وزیر کی حماقت کی معذرت کی اس کے بعد سب نے کہا کہ
امیر المومنین اپنی اس حرکت پر نادم ہیں اور سب سے معافی کی درخواست کرتے
ہیں وہ آپکے مراتب جلیلہ سے خوب واقف ہیں اور غصہ کے جوش میں جو
الفاظ انکی زبان سے نکلے انسے رجوع کرکے پہلے سے زیادہ آپ لوگوں
کا احترام کرنے پر آمادہ ہیں ؛

ہارون رشید اور علم کی عظمت

خلیفہ ہارون رشید عالموں کی بڑی خاطر و تواضع کیا کرتا تھا۔ اُن زمانہ کے علماء میں ایک نابینا عالم ابو معاویہ بھی تھے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے ہارون رشید کے ہمراہ کھانا کھایا تو ایک شخص نے میرے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور میرے ہاتھ دُھلائے۔ لیکن مجھے معلوم نہ ہوا کہ میرے ہاتھ کون شخص دُھلا رہا ہے ہارون رشید نے کہا کہ "اے معاویہ آپ جانتے ہیں کہ آپکے ہاتھوں پر کس نے پانی ڈالا؟" میں نے کہا کہ "نہیں اے امیر المومنین!

ہارون نے کہا کہ "خود میں تھا" ابو معاویہ کہتے ہیں کہ تب مجکو بڑی حیرت ہوئی اور میں نے کہا کہ "اے امیر المومنین! آپ کیا علم کی عظمت و بزرگی کے لحاظ سے ایسا کرتے ہیں؟" ہارون نے کہا کہ "ہاں"

مشائخ کا ادب

جب سلطان محمود خراسان کی طرف گیا تو شیخ ابوالحسن خرقانی کی زیارت کا ارادہ کیا۔ لیکن اس خیال سے کہ میں خراسان کے ملکی انتظام کے لئے غزنی سے چلا ہوں۔ دنیاوی خواہشوں کے ضمن میں دوستان خدا کی زیارت کرنا شرط ادب سے دور ہے۔ اس لئے اس سال خراسان سے ہندوستان گیا اور سفر ہندوستان سے واپس آکر زیارت شیخ کی نیت کر کے خرقان پہونچا اور شیخ ممدوح کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ

سلطان غزنی سے خرقان آیا ہے اگر آپ اپنے مکان سے اُٹھکر بارگاہ سلطانی تک آئیں تو اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کی فضیلت حاصل ہو گی۔ اُس مرد خدا نے جواب دیا کہ میں اطیعوا اللہ میں اس قدر ڈوبا ہوا ہوں کہ اطیعوا الرسول کے پورا نہ ہونے سے نادم ہو رہا ہوں اور اولوا الامر منکم کی جانب بھلا کیا مشغول ہو سکتا ہوں"۔ سلطان محمود یہ پیغام سنکر رو پڑا اور خود ہی حاضر ہو گیا۔

فضل بن ربیع کی مروت

فضل بن ربیع خلیفہ ہارون رشید کا وزیر نہایت نیک اور بامروت آدمی تھا۔ ایک اجنبی شخص نے اس کی طرف سے اس کے داروغہ کے نام ایک رقعہ اس مضمون کا لکھا کہ "اس کو ایک ہزار دینار دیدو"

یہ لکھ کر اور خود ہی داروغہ کو لاکر دیدیا۔ داروغہ نے پڑھکر کچھ شک نہ کیا کہ یہ رقعہ فضل بن ربیع کا نہیں ہے، اور دینار تولنا شروع کردیئے ابھی تول ہی رہا تھا کہ فضل بن ربیع بھی اس داروغہ سے کوئی ضروری بات کہنے آگیا۔ جب وہ بیٹھا تو داروغہ نے اس شخص کے آنے کا ذکر کیا۔ اور رقعہ بھی دکھایا۔ فضل بن ربیع وہ رقعہ دیکھکر حیران رہ گیا اور اس شخص کے چہرہ کی طرف دیکھا اس شخص کا یہ حال ہوا کہ مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہوگیا۔